خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی

مولانا عبداللطیف مدنی

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پیش گوئی کا ذکر ''نقیبِ ختم نبوت'' مئی ۲۰۱۰ء کے شمارے میں ہوا ہے۔ وہ منکرین حدیث کے ظہور سے متعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر اور جامع کلمات میں یہ خبر دی کہ منکرین حدیث پیدا ہوں گے اور انکار کا سبب بھی ساتھ ہی بتلا دیا کہ وہ دولت یا حکومت کا نشہ ہوگا...... آرام دہ مسندوں پر بیٹھ کر متکبرانہ انداز میں حدیث کا انکار کریں گے یہ بات ہمارے زمانے میں پوری طرح صادق آرہی ہے۔ یہ صرف ایک پیش گوئی کا ذکر ہے ورنہ کتب حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت پیش گوئیاں موجود ہیں جو اپنے اپنے موقع پر صادق آتی رہی ہیں اور ان میں بڑی تعداد میں وہ ہیں جو اب پوری طرح سچ ثابت ہورہی ہیں۔ اگر یہ احادیث من گھڑت ہیں (نعوذ باللہ) جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں...... تو یہ پیش گوئیاں کیوں صحیح ثابت ہورہی ہیں۔ ان کا صحیح وصادق ثابت ہونا ہی احادیث نبویہ کے محفوظ ہونے کے بڑے پختہ اور مضبوط دلائل ہیں جو دشمنانِ اسلام کے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے کافی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر منکرین حدیث انصاف پسند ہوتے تو صرف ایک ہی مذکورہ پیش گوئی والی حدیث کو دیکھ کر انکارِ حدیث سے توبہ کر لیتے مگر جن کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں اور عقلیں ماؤف ہوگئی ہوں انہیں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی بلکہ خواہشات نفسانی اور عناد کی وجہ سے اپنی من گھڑت باتوں کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بڑے شدومد کے ساتھ کہتے ہیں کہ احادیث اس لیے محفوظ نہیں کہ ان کی کتابت کا کوئی انتظام نہ تھا اور حدیث کی موجودہ کتابیں تین سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اس مغالطہ کا جواب تفصیل کے ساتھ اس سے پہلے مضمون (شمارے) میں گزر چکا ہے کہ حفاظتِ حدیث کے لیے تین طریقے استعمال کیے گئے:

(۱) احادیث کو حفظ کرنا

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر بجنسہا عمل کر کے یاد کرنا

(۳) کتابت کے ذریعے احادیث کی حفاظت کرنا

یاد رہے کہ جس علم کی کتابت نہ ہو وہ محفوظ نہیں؟ یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی بلکہ درحقیقت کسی چیز کے یاد رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس کو یاد کر لینا ہی ہے۔ متقدمین سے متاخرین تک سند کے ساتھ جو بات حفظ کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔ وہ لکھی ہوئی چیز کی نسبت زیادہ محفوظ رہتی ہے بشرطیکہ حافظ مضبوط ہو پھر حفظ کے ساتھ اگر کتابت بھی ہو جائے تو پختگی ہو جاتی ہے اور اس دور میں حضرات محدثین کے حافظہ پر اپنے قیاس کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ عرب قوم اپنی ذکاوت و ذہانت کے لحاظ عالمگیر امتیاز کی حامل تھی۔ اس میں برابری کی کوئی قوم دعویدار پیدا نہیں ہوئی ہر چیز کو سن کر بجنسہ محفوظ کر لینا ان کی نسلوں سے چلا آ رہا تھا۔ اس لیے اس دور کے قوت حافظہ پر اعتماد کو آج کے حفظ کے بے اعتقادی قیاس کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کو زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پوری زندگی میں اس طرح رچا بسا لیا تھا کہ یہ حضرات رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عملی نمونے بنے ہوئے تھے۔ تابعین نے بھی انہی نمونوں کو دیکھ کر اپنی زندگیوں کو اس پر ڈھالا اور احادیث کریمہ روایت اور سند کی سخت پابندیوں کے ساتھ اور بجنسہا تعامل کے ذریعہ محفوظ ہوتی چلی گئیں۔ یہ دونوں طریقے احادیث نبویہ کی حفاظت کے لیے کافی تھے اور ان دونوں طریقوں کے ساتھ کتابت بھی ہوتی رہی جس سے احادیث کی حفاظت و چار چاند لگ گئے اور قرآن کریم کی حفاظت بھی قریب قریب اسی طرح ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کریم ایک جگہ جمع شدہ مرتب کتاب کی صورت میں وجود پذیر نہیں ہوا تھا...... پھر خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں صرف ایک نسخہ مرتب فرما کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ان کے بعد وہ نسخہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کے بعد ان کی بیٹی حضرت ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں متعدد مصاحف لکھوائے اور ایک ایک مصحف مملکت کے اطراف میں بھیج دیا۔

دیکھئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تقریباً بیس سال تک قرآن کریم حفظ ہی کے ذریعے محفوظ رہا اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی اصلی حفاظت حافظ ہی سے ہے اسی حفظ ہی کی برکت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس عبارت میں نازل ہوا تھا، بعینہٖ اسی عبارت میں محفوظ ہے۔ اگر صرف کتابت پر مدار رہتا تو اندیشہ تھا کہ اس کا بھی وہی حال ہو جاتا جو ان کتابوں کا ہوا جس کے حامل یہود و نصاریٰ تھے۔ یہ لوگ بے شمار زبانوں میں ترجمے شائع کر چکے ہیں لیکن سب کچھ ترجمہ در ترجمہ ہے۔ اصل کتاب سے محروم ہیں چونکہ ان کا صرف کتابت پر مدار ہے۔ اس لیے حسب موقع اس میں کمی بیشی کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں پر تعجب ہے جو محض کتابت کو ذریعہ حفاظت بتاتے ہیں۔ وہ یہود و نصاریٰ سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ کوئی یہودی یا نصرانی اپنی سند کے ساتھ یہ بالکل ثابت نہیں کر سکتا کہ میرے پاس جو کتاب ہے بعینہٖ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ منکرین حدیث پر کتنا تعجب

ہے کہ قرآن کریم کو تو وہ بھی محفوظ بتاتے ہیں اور احادیث شریفہ کو غیر محفوظ کہتے ہیں۔ انکار یہ کرنا کہ احادیث محفوظ اور معتبر نہیں کیونکہ ان کی کتابت بعد میں ہوئی ہے، ضد اور عناد کے سوا کچھ نہیں ہے۔

منکرینِ حدیث کا ایک اور مغالطہ:

یہ لوگ کہتے ہیں کہ (العیاذ باللہ) رسول ایک پوسٹ مین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا کام صرف کتاب پہنچا دینا ہے۔ معنی ومفہوم بتلانا اس کا کام نہیں۔ جس کے نام خط آئے وہ خود پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف قرآن مجید پہنچا دینا تھا۔ تشریح اور تبیین آپ کا کام نہیں اس لیے حدیث کی ضرورت نہیں ...... اطاعت صرف قرآن کی واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ صحابہ پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے۔

جواب: جب ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں تو پھر ان کو قرآن ہی سے یہ ثابت کرتا تھا کہ قرآن ایک ذاتی خط کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ جس جس کے پاس پہنچے گا وہ خود پڑھ کر مطلب سمجھے گا۔ جب قرآن کے بارے میں قرآن ہی کا بیان معتبر ہے تو قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ میری حیثیت ایک ذاتی خط کی ہے بلکہ اپنے بارے میں:

”ھدی للناس و بینت من الھدیٰ والفرقان “ (البقرہ آیت ۱۸۵)

فرمایا ہے...... جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا کیونکہ عقل انسانی ہدایت پانے کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت نازل فرمائی اور اپنے رسول کو معلم بنا کر بھیجا۔ اس لیے آپ کی تعلیمات وتشریحات پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ اگر قرآن کریم کے معانی ومطالب ہر شخص کے عقل اور سمجھ کے مطابق تسلیم کر لیے جائیں ...... اور عقلیں مختلف ہیں تو ہر آیت کے معانی ومطالب سینکڑوں طرح کے تجویز کر لیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب نام نہاد عقلمندوں کا کھلونا بن کر رہ جائے گی۔